شبنم شکیل کی شاعری میں نسائی شعور

حنا جمشید*

ڈاکٹر روبینہ ترین**

Abstract:

Shabnam Sahkeel is one of the preliminary poetesses who expressed the feminist approach in her poetry. She is among the few who understood the nature and true spirit of the 'Ghazal' and has employed that to her work with an amazing poetic skill. Shabnam raised her spontaneous voice reflecting a clear indication for an eastern women in her poetry. 'Shabzad', 'Izterab' and 'Musafat raeygn thi' are her beautiful poetry collections. Being a daughter of an eminent intellectual and literary personality 'Syed Abid Ali Abid', Shabnam grew up in a literary environment. In her poetry she pointed out the social exploitation which every eastern woman faces in her every day life from down to dusk. Shabnam wants to gain that status for women which are captured by patriarchal system.

''شب زاد''، ''اضطراب'' اور ''مسافت رائیگاں تھی'' جیسے نمایاں شعری مجموعوں کی خالق ''شبنم شکیل'' کا تعلق ان خواتین شعراء سے ہے جو بیسویں صدی کے نصف آخر سے اپنی شعر گوئی سے مرد شعراء کے مدِّ مقابل شعر وادب میں اپنی صلاحیتیں منوا رہی تھیں۔ شبنم کی ابتدائی شاعری کلاسیکیت اور نسائی شعور کی آئینہ دار ہے۔ اپنے دھیمے مزاج اور روایت پسند ہونے کے باعث شبنم نے شعوری طور پر نسائی لب و لہجے میں غزل کی صنف کو اپنایا۔ عابد علی عابؔد جیسے مشہور نقّاد، ادیب، دانشور اور شاعر کی بیٹی ہونے کے ناطے شبنم کا گھر علمی اور ادبی نشستوں کا خصوصی مرکز ہوا کرتا تھا۔ علمِ وادب کی مستند، مایہ ناز شخصیات کا ان کے گھر میں کثرت سے آنا جانا تھا۔ سو شبنم کی ابتدائی ذہنی تربیت سیّد عابد علی عابؔد، صوفی غلام مصطفیٰ تبسّمؔ، فیض احمد فیضؔ، ڈاکٹر سیّد عبداللہ اور ایم ڈی تاثیر کے زیرِ سایہ ہوتی

* شعبہ اُردو، گورنمنٹ پوسٹ گرایجویٹ کالج، ساہیوال

** ڈین کلیہ علومِ اسلامیہ والسنہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

رہی۔ عابد علی عابدؔ کی زبان و بیان پر کامل دسترس ہونے کے باعث یہ ملکہ ان کی اولاد خصوصاً شبنم کو بھی حاصل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ شبنم کی ابتدائی غزلوں میں بھی ان کی زبان و بیان پر مکمل گرفت نظر آتی ہے۔

شبنم نے شاعری کی ابتداء ساٹھ کی دہائی میں کی۔ ادبی منظرنامے میں یہ دور خاصا اہم گردانا جاتا ہے۔ یہ وہ دور ہے جب رومانوی تحریک اپنے زوال کی طرف گامزن تھی۔ جبکہ ترقی پسند تحریک کو عروج حاصل ہو رہا تھا۔ فسادات کے المیے اور ہجرت کے تجربے کو شعر و ادب کی صورت میں بیان کیا جا رہا تھا۔ یہاں ایک طرف تو روایتی شاعری یعنی میر و غالب کی شاعری حیاتِ نو پا رہی تھی۔ جبکہ دوسری طرف انقلابی شاعری اپنا اثر چھوڑ رہی تھی۔ فیضؔ، مجازؔ، جذبیؔ ساحرؔ، ابنِ انشاءؔ، اختر الایمان اور ناصرؔ کاظمی کا طوطی بڑھ چڑھ کر بول رہا تھا۔ لیکن اس سب کے باوجود شبنم کا اپنے لئے غزل کی صنف کو چننا اور اس میں شاعری کرنا ان کی اپنی طبیعت، روایت پسند دھیمے مزاج اور ماحول کا اثر معلوم ہوتا ہے۔

ہمارے ہاں روایتی جذبۂ عشق اردو غزل کا ایک ایسا موضوع ہے جس کو مردوں نے اپنی جاگیر سمجھتے ہوئے اس پر اس طرح سے طبع آزمائی کی کہ بعد میں آنے والی خواتین کے پاس کوئی چارہ نہ بچا کہ اس جذبے کو اپنائیں بھی تو نسوانی لب و لہجے سے بچتے ہوئے۔ لیکن شبنم ان شاعرات میں سے نہیں۔ شبنم کے ہاں نسوانی لب و لہجے میں اظہارِ ذات ایک قابلِ فخر بات ہے۔ یوں شبنم نے اپنی شاعری کو موضوعاتی سطح پر ایک وسیع معنویت اور روشنی سے ہمکنار کیا۔ شبنم کی ابتدائی شاعری نسائیت کا بھرپور اظہار ہے۔ ابتداء سے ہی شبنم نے نہ صرف اپنی نسائی شخصیت کو فنی طور پر قبول کیا بلکہ سرِ عام اس کا اعتراف کر کے اپنے تمام شعری تجربوں میں اس کو آزمانے کی کوشش بھی کی۔ شبنم ایک خود آگاہ اور باشعور عورت ہیں اور ان کو اپنے عورت ہونے پر فخر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شبنم کے ابتدائی شعری مجموعے ''شب زاد'' میں نسائیت کا اظہار بڑے فخر اور اعتماد سے ملتا ہے۔

شبنم کی شاعری ایک عام عورت کی شاعری ہے ایک ایسی عورت جس کو ہمیشہ اپنے عورت ہونے پر فخر رہا ہے۔ تبھی وہ ایک عام عورت کے مسائل کو سمجھ سکتی ہے۔ اسکے داخلی کرب کو محسوس کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شبنم نے اپنی شاعری میں نسائی مسائل کو بطورِ خاص اپنا موضوع بنایا۔ لیکن یہاں بھی شبنم نے اپنی انفرادیت بحال رکھی وہ اس طرح کہ شبنم نے کہیں بھی اپنی شاعری کو نعرہ نہیں بننے دیا۔ شبنم کے لہجے میں اعتماد اور مزاج میں دھیما پن ویسے ہی قائم رہا جو ان کی شخصیت کا خاصہ تھا۔

بقول افتخار عارف:

> ''غزل ہو کہ نظم مصرع مصرع تخلیق کار کے 'مبتلا' ہونے کا اعلان اور تصدیق کرتا نظر آتا ہے۔ مگر بات کرنے کا مہذّب اسلوب و اِرادت، فکر جذبے اور اسلوب کے اصلاً، باغیانہ اور سرکش ہونے کے باوجود کہیں بھی اپنے اظہار میں اس تہذیبی شائستگی کا دامن نہیں چھوڑتا جو شبنم کی تخلیقی شخصیت کا جوہرِ خاص ہے۔''(۱)

قفس کو لے کے اڑنا پڑ رہا ہے
یہ سودا مجھ کو مہنگا پڑ رہا ہے
میں کن لوگوں سے ملنا چاہتی تھی
یہ کن لوگوں سے ملنا پڑ رہا ہے

(مسافت رائیگاں تھی، ص۴۳)

نسائی لب و لہجے میں نسائی جذبات کی ترجمانی شبنم کے ہاں نہایت سلیقے سے ملتی ہے۔شبنم نہ صرف عورت کی وارداتِ قلبی کو عمدگی سے بیان کرتی ہیں بلکہ آج کی عورت کو درپیش مسائل کو بھی بڑی خوبصورتی سے اپنی شاعری کا موضوع بناتی ہیں۔شبنم کی شاعری ایک مشرقی عورت کی شاعری ہے۔اس میں وہ تمام مسائل ومصائب ہیں جن سے ایک مشرقی عورت تادمِ مرگ نبردآزما رہتی ہے۔شبنم عورت کے حقوق ومسائل کو اپنی شاعری کا موضوع ضرور بناتی ہیں لیکن اس طرح سے کہ ان میں کہیں بھی نعرہ بازی محسوس نہیں ہوتی۔وہ احتجاج ضرور کرتی ہیں مگر اعتماد اور استدلال سے۔

پریوں جیسی صورت والی بیٹھی راہ تکے
زر بھی مانگے ساتھ میں لیکن شہزادہ گلفام

(شب زاد، ص۵۳)

سسرال کے سب طعنے چپ چاپ سہے جاؤں
میکہ جو نہیں میرا،اس گھر میں ہی رہنا ہے

(شب زاد، ص۹۹)

نسائی حوالے سے شبنم موضوع اور اسلوب دونوں لحاظ سے جدّت کی متحمل ہیں۔اس لحاظ سے شبنم کی غزل روایت اور روحِ عصر کا خوبصورت امتزاج ہے۔وہ ایک مخصوص تہذیب کے دائرے میں محتاط مگر اپنے حق کے لئے اڑ جانے والی عورت ہے۔کیونکہ وہ جانتی ہے کہ وہ ایک پڑھی لکھی باشعور اور باصلاحیت عورت ہے۔جو معاشرے میں اپنا کردار بھی بخوبی نبھا رہی ہے۔ایک ایسی عورت جو اس معاشرے کے دوبدو آ کر اعتماد سے بات کرتی ہے۔شبنم کی غزل میں ایک نسائی مگر پُراعتماد لہجہ چھلکتا ہے۔

راج سنگھاسن ہے یہ میرا؟
یا سولی پہ چڑھی ہوئی ہوں
آدھی ریت سے باہر ہوں میں
آدھی ریت میں گڑی ہوئی ہوں

آدھی مان چکی ہوں اسکی
آدھی بات پہ اڑی ہوئی ہوں
مجھ کو گرانا سہل نہیں ہے
اپنے سہارے کھڑی ہوئی ہوں

(اضطراب، ص۹)

شبنم ایک خودآ گاہ عورت ہے۔ایک ایسی عورت جو روایتی پابندیوں کے طوق کو اپنے گلے میں محسوس کرتی ہے۔لیکن استقامت کا مظاہرہ کرتی ہے لیکن اپنی اولاد کے لئے وہ ایسا ہرگز نہیں چاہتی۔اولاد سے اسکی محبت ایک روایتی ماں سے کہیں بڑھ کر ہے۔وہ اس کی خاطر ہر طرح کا جبر و قدر برداشت کرنے کو تیار ہے۔

میرا گھر بھر میرے بچوں کی ہنسی سے گونجے
کبھی فرصت ہو میسّر تو اتاروں میں نظر

(اضطراب، ص۱۱۴)

ان کا بھی کچھ حق ہے ہم پر ان کے بھی کام آئیں گے
اپنے بچوں کو ورثے میں سوچ اپنی دے جائیں گے

(مسافت رائیگاں تھی، ص۹۹)

گھر شبنم کا پسندیدہ موضوع ہے۔گھر شبنم کی شاعری میں ایسا استعارہ بن کے ابھرتا ہے جس کے ایک عورت خواب بنتی ہے۔وہ ایک ایسی عورت ہے آشیاں سازی جس کی زندگی کا مقصد ہے۔جو اپنے مقدّس رشتوں کو اس آشیانے میں سینچنا چاہتی ہے۔انھیں پروان چڑھانا چاہتی ہے زمانے کے سرد و گرم سے انھیں محفوظ رکھنا چاہتی ہے۔وہ ہمہ وقت اس سے متعلق مختلف واہموں اور خدشوں میں گھری رہتی ہے۔بقول خالدہ حسین:

> ''گھر شبنم کا ایک مستقل استعارہ ہے۔یہ عورت کی زندگی کا حاصل، اسکی پہلی اور آخری پناہ گاہ، اس کا عزو وقار۔ مامتا کا مسکن۔بچوں کی قدسی مسکراہٹوں کا منبع۔شوہر کے (متوقع) اعتماد کا مرکز اور عورت کی غیر مشروط قلمرو ہے۔مگر یہ بھی سب ایک شخص کے تلوّنِ طبع کا اسیر ہے۔''(۲)

میں جس میں رہ کے ایک مسلسل سفر میں ہوں
اک واہمہ سا ہے کہ وہی میرا گھر نہ ہو

(شب زاد، ص۵۰)

وہ تو جادو کا بنا تھا ہائے ایسا ہی نہ ہو
لوٹ کر پہنچوں تو دیکھوں اب وہ گھر باقی نہیں
(شب زاد،ص ۸۱)

شبنم عورت کو اس کے تقدّس اور رشتوں کی تقدیس کے ساتھ معاشرے سے ہم آہنگ کرتی ہے۔ وہ رشتوں کی قدر بھی جانتی ہے اور انھیں نبھانا بھی۔ یہی وجہ ہے کہ شبنم کی شاعری میں خالصتاً ایک مشرقی عورت بولتی ہے۔ ایک ایسی رکھ رکھاؤ والی، سلیقہ مند، گھریلو عورت، جس کے لئے اس کا سہاگ ہی سب کچھ ہو۔ جو اپنے شوہر کی خاطر اپنی تمام آرزوئیں، امنگیں سب اس کی خاطر تج دیتی ہے۔ جو اس کے بچوں کی ماں بھی بنتی ہے اور اس کے گھر کی ذمہ داری بھی اپنے سر پہ لیتی ہے۔ جو اگر شکوہ بھی کرتی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی دکھی عورت اپنی کسی ہمدرد سہیلی سے گلہ کر رہی ہو۔

خود رات گئے آیا، جھنجھلا کے بہت بولا
کیا سکھ ہے مجھے گھر میں ہر روز کا مرنا ہے
(شب زاد،ص ۱۰۰)

رشتوں کے اسی تقدّس کو اپنی شاعری کا موضوع بناتے ہوئے شبنم نے اپنی شاعری میں بارہا ایک روایتی ماں کا کردار بھی تخلیق کیا ہے۔ جو اپنی بیٹی کو معاشرے کی ہر سختی اور تلخی کو ہنس کر سہنے کی عادت ڈالتی ہے۔ جو اس کو سسرال کی کڑوی کسیلی باتوں کو گھونٹ گھونٹ پینے کا درس دیتی ہے۔ اور اس میں اس ظالم سماج کے خلاف ذرا سے بھی بغاوت کی سوچ ابھرنے نہیں دیتی۔ یہ وہ عورت ہے جسے خود اس چیز کی بچپن سے تربیت ملی ہے جو اب وہ اپنی بیٹی کو سکھاتی ہے۔

بچپن سے سب سہنے کی
عادت ماں نے ڈالی تھی
کنکر تھے کچھ ہنڈیا میں
اور ایک بچّوں والی تھی
(شب زاد،ص ۲۹)

اگرچہ شبنم اپنی شاعری میں ایک باغی عورت کا کردار کبھی نبھا نہیں پائی اسکی وجہ شبنم کا اپنا طبعی اعتدال تھا۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں کہ شبنم نے ریاکاری کے خلاف سچ کا علم نہ بلند کیا ہو۔ شبنم نے اپنے شخصی اعتماد اور فطری میلان سے ہمیشہ سچ کا ہاتھ تھاما۔

حسرت ہے میں غلط کو غلط برملا کہوں
مجھ میں بھی صاف گوئی کی عادت کمال ہو
(شب زاد، ص۳۹)

شبنم نے عورت کے جذبہ احساس کو جس باریک بینی سے اپنے فن کا حصہ بنایا ہے وہ قابلِ داد ہے۔ مثال کے طور پر ان کی نظم ''موت کے کنویں میں موٹر سائیکل چلانے والی'' ایک عورت کی نا قابلِ تسخیر روح کی داستان ہے۔ جولا انتہا مخالفتوں کے باوجود شکست قبول نہیں کرتی۔

چھپ کے ناظرین سے
چھپ کے سامعین سے
چھپ کے آسمان سے
چھپ کے اس زمین سے
دیکھتی بھی تھی مگر
چیختی بھی تھی مگر
سوچتی بھی تھی مگر
وہ کہ جس کی زندگی
گول گول گھومتے
دائروں میں کٹ گئی
(اضطراب، ص۱۶)

شبنم کی زیادہ تر نظمیں اس سماج میں گھٹ گھٹ کے جینے والی عورت کے داخلی کرب کو عیاں کرتی ہیں۔ شبنم ایک حسّاس طبع خاتون تھیں۔ شاید اسی لئے انھوں نے جو کچھ دیکھا اسے اُسی شدت کے ساتھ بیان بھی کر ڈالا۔ شبنم نے آج کی مشرقی عورت کی داخلی اور جذباتی کیفیات کو بڑی حد تک اپنی نظموں کا موضوع بنانے کی کوشش کی ہے۔ شبنم کی نظمیں اپنے اندر نہ صرف ایک عام عورت کے مسائل، اسکی مجبوریاں اور اسکی ضرورتوں کو سمیٹے ہوئے ہیں بلکہ وہ جذبے کی صداقت اور حقیقت کے برملا اظہار سے بھی پُر ہیں۔ شبنم انتہائی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاشرے کے تلخ حقائق سے پردہ اُٹھاتی ہیں۔

''منکہ اصغری خانم''، شبنم کی ایک ایسی نظم ہے جس کا ہر لفظ سیدھا دل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ شبنم نے اس نظم میں طنز کے نشتروں سے بخوبی کام لیا ہے۔ زندگی کے تجربے کو عقل و دانش سے سجانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن نظم کا

اصل کلائیمکس وہ جگہ ہے جہاں بیٹی ماں کے آدرشوں کو یکسر مسترد کر دیتی ہے۔ وہ قدیم روایات کے فرسودہ لبادے تلے اپنی زندگی دزارنے سے انکاری ہے۔ نظم کا آخری مصرعہ گویا کہ پوری بساط ہی اُلٹ دیتا ہے۔ اور اس جگہ قاری شبنم کے فن کی داد دیئے بغیر رہ نہیں سکتا۔

دنیاوی آسائشوں کا راز میں نے پا لیا
کس قدر سکھ اب مجھے گھر اور گھر داری میں ہے
اور تحفّظ بھی بہت اس چار دیواری میں ہے
آج دنیا کی نظر میں قابلِ عزّت ہوں میں
کیا کہا تم نے کہ ''اک ہاری ہوئی عورت ہوں میں''

(اضطراب، ص ۸۰)

یہاں اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ شبنم کی اپنی سوچ بھی آج کی جدید عورت کی سوچ سے ہم آہنگ ہے۔ وہ ایک ایسی ماں ہے جو نہ صرف اپنی بیٹی میں اعتماد پیدا کرتی ہے بلکہ اس کو خواب دیکھنا اور ان کی تعبیر پانا بھی سکھاتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ آج کی عورت معاشرے میں اپنی عزتِ نفس کی حفاظت کر سکے۔ شبنم آج کی عورت کو اس کے حقیقی مقام اور مرتبے دیکھنا چاہتی ہے۔

ان کی شاعری میں عصرِ حاضر کی فرسودہ روایات کی بھینٹ چڑھی عورت اور اس کے مسائل ضرور ملتے ہیں لیکن شبنم کی انفرادیت یہی ہے کہ شبنم کی شاعری کہیں نعرہ نہیں بنتی۔ بقول پروین شاکر:

> ''شبنم فیمنسٹ نہیں ہے اور نہ ہی اپنے عورت ہونے پر شرمندہ ہے۔ مگر عورت کے حوالے سے لکھے ہوئے اس کے اشعار پڑھ کر بعض اوقات قاری کے حلق میں آنسو اٹکنے لگتے ہیں۔''(۳)

شبنم کی نظموں کی خاص بات یہ بھی ہے کہ ان میں شبنم کا اپنے معاشرے اور اس کے روّیوں سے متعلق ایک خاص اور سنجیدہ تنقیدی اور نسائی شعور نظر آتا ہے۔ دوسرا یہ کہ شبنم کی اپنی خاص جمالیات ہیں جو اس کو دیگر شاعرات سے ممیّز کرتی ہیں۔ ایک مخصوص نسائی لب و لہجہ ان کی شاعری کو خاص حسن عطا کرتا ہے۔ شبنم کی نظموں میں ماں کے حوالے سے کئی کردار ملتے ہیں لیکن ان کی مختصر نظم ''قم باِذن اللہ کی تاثیر اک آواز میں'' ایک ایسی نظم ہے جو اگرچہ انھوں نے اپنے بڑے بیٹے وقار کے لئے لکھی لیکن یہ نظم اپنے اندر ممتا کے شدید احساسات کو سموئے ہوئے ہے۔ ایک ایسی معنویت جو ماں جیسے آفاقی جذبے کو ایک نئی وسعت بھی عطا کرتی ہے اور اس کی عزت و توقیر میں بھی اضافہ کرتی ہے۔ شبنم تخلیق کی آسودگی کو ایک عورت کی اصل خوشی قرار دیتی ہیں۔ یہ نظم ایک ایسی ماں کی خوشی کا اظہار ہے جو اپنی تولیدی مسرّت پہ سرشار ہے۔ جو اس بات کا اعتراف کرتی ہے کہ اس کی اولاد کا جنم خود اس کے لئے ایک

نئی زندگی کا ظہور ہے۔

میں کہ مردہ ہوئی پیدا
پہلی آواز تری کان میں جیسے آئی
اسی لمحے سے میں ہونے لگی زندوں میں شمار
تو مسیحا ہے مرا

(اضطراب،ص ۹۸)

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو شبنم کی شاعری بھرپور نسائی شعور اور خود آگہی کی شاعری ہے۔شبنم نے اپنی شاعری میں مشرقی عورت کے مسائل کو اپنا موضوع بنا کر ایک عام عورت کے داخلی کرب اور وجودی اضطراب کو دیکھتے ہوئے اجتماعی شعور کی طرف بھی پیش قدمی کی ہے۔اپنے مخصوص نسائی لب و لہجے میں شبنم کی شاعری عصرِ حاضر کے نسائی شعور کی عمدہ ترجمان ہے بقول خالدہ حسین:

''میرے خیال میں شبنم شکیل دورِ حاضر کی خالص پاکستانی عورت کی تجسیم ہے۔وہ عورت جو رویت اور روحِ عصر کا امتزاج ہے۔اور آج اس معاشرے میں اپنے وجود کی جنگ لڑ رہی ہے۔جو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا اپنا حق سمجھتی ہے۔مگر سہاروں کا احترام اس کے خون میں رچا بسا ہے۔وہ سمجھوتے کو انسانی وقار کی تذلیل سمجھتی ہے مگر معاہدوں کا پاس کرتی ہے۔''(۴)

حوالہ جات وحواشی

۱۔ افتخار عارف، فلیپ ''اضطراب''، ''شاعرہ شبنم شکیل''، سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۴ء
۲۔ شبنم شکیل، ''خالدہ حسین''مشمولہ ''خواتین کی شاعری میں عورتوں کے مسائل کی نشاندہی''، ''شبنم شکیل، سلیم اختر' ڈاکٹر، خالدہ حسین'' وزارتِ ترقی ءخواتین حکومتِ پاکستان، اسلام آباد ۲۰۰۵ء (ص۔۱۴۳)
۳۔ پروین شاکر، فلیپ ''مسافت رایئگاں تھی'' شاعرہ ''شبنم شکیل' سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۸ء
۴۔ شبنم شکیل، ''خالدہ حسین''مشمولہ ''خواتین کی شاعری میں عورتوں کے مسائل کی نشاندہی''، ''شبنم شکیل، سلیم اختر' ڈاکٹر، خالدہ حسین'' (ص۔۱۵۵)